مقالات

بشاراتُ الانبیاء

نبوت محمدی صلعم کے متعلق انبیائے سابقین کی پیشنگوئیاں

(۶)

ازجناب مولوی فضل حق صاحب

اٹھارویں بشارت

یہ بشارت انجیل یوحنا کے آخری ابواب میں ہے۔ باب ۱۴ میں لکھا ہے:-

"اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا فارقلیط[1] بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ یعنی روح حق جسے دُنیا نہیں پاسکتی کیونکہ اسے نہ دیکھتی ہے نہ جانتی ہے لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ ہے اور تم میں ہو گی"۔ (آیت ۱۵-۱۶-۱۷)

"لیکن وہ فارقلیط یعنی روح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا وہی تمہیں

[1] سنہ ۱۸۲۱ء، ۱۸۳۱ء اور ۱۸۴۴ء کے عربی ترجمہ میں لفظ فارقلیط ہی لکھا تھا۔ جدید عربی ترجمہ جو برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی نے شائع کیا ہے اس میں اس لفظ کو بدل کر المعزی لکھدیا گیا ہے۔ سنہ ۱۸۱۶ء کے اُردو ترجمہ میں اس کا ترجمہ "تسلی دینے والا" لکھا تھا۔ بعد میں اس کو بدل کر "مددگار" لکھا گیا۔ انگریزی ترجمہ میں لفظ Conforter استعمال کیا گیا ہے۔

سب باتیں سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ (آیت ۲۶)
اور اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ۔ اس کے بعد میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا کیونکہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں" (آیت ۲۹-۳۰)۔

اس کے بعد باب پندرہ میں پھر لکھا ہے :۔

لیکن جب وہ فارقلیط آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے، تو وہ میری گواہی دے گا، اور تم بھی گواہی دوگے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو" (آیت ۲۶-۲۷)۔

پھر باب ۱۶ میں اس طرح لکھا ہے :۔

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لیے فائدہ مند ہے۔ کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور جب وہ آئے گا تو دنیا کو گناہ اور راستی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی کے بارے میں اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔ عدالت کے بارے میں اس لیے کہ دنیا کے سردار پر حکم کیا گیا ہے۔ مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر ابھی تم ان کی تحمل کی قوت نہیں رکھتے۔ جب وہ یعنی روح حق آئے گا تو تم کو سچائی کا پورا راستہ بتائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہی کہے گا، اور تمہیں آیندہ کی خبریں دے گا۔ وہ میری بزرگی ظاہر کرے گا۔ اس لیے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اُسی سے لے گا اور

تمہیں بتائے گا۔ سب چیزیں جو باپ کی ہیں وہ میری ہیں اس لیے میں نے کہا کہ
جو کچھ میرے پاس ہے وہ اسی سے لے گا اور تمہیں بتائے گا۔" (آیت ۷ تا ۱۵)۔

ان عبارات پر کلام شروع کرنے سے پہلے دو باتوں کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے:

(۱) ہم اس سے پہلے اپنے مقدمات میں اس حقیقت کو ظاہر کر چکے ہیں کہ قدیم زمانے سے جدید زمانے تک اہل کتاب کی یہ عادت رہی ہے کہ وہ اکثر و بیشتر اسماء و اعلام کے ترجمے کر دیا کرتے ہیں۔ نیز یہ بھی ہم لکھ چکے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مادری زبان جس میں انہوں نے اپنے دین کی تبلیغ کی، عبرانی تھی نہ کہ یونانی۔ اب اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان عبارات میں جس آنے والے کی بشارت دی گئی ہے اس کے لیے حضرت عیسیٰ نے عبرانی میں کوئی خاص لفظ استعمال کیا ہوگا۔ انجیل یوحنا کے مصنف نے اس لفظ کا ترجمہ یونانی میں کیا۔ پھر اس یونانی لفظ کے بھی مختلف ترجمے عربی، فارسی، انگریزی، اردو اور دوسری زبانوں میں کر دیے گئے۔ عربی کے تمام قدیم ترجموں میں اس لفظ کا ترجمہ "فارقلیط" کیا گیا ہے۔ اس لفظ کی تحقیق کرتے ہوئے ایک پادری اپنے ایک رسالہ میں (جو ۱۲۶۸ھ میں کلکتہ سے بزبان اردو شائع ہوا تھا) لکھتا ہے:۔

"یہ لفظ یونانی الاصل ہے جس کو معرب کر لیا گیا ہے۔ اگر اس کی اصل پارکلیتوس قرار دی جائے تو اس کے معنی "تسلی دینے والے" "مددگار" اور "وکیل" کے ہوں گے

اور اگر اس کی اصل پیرکلیتوس قرار دی جائے تو وہ محمد اور احمد کے معنی سے بہت

ہ اردو ترجمے میں یہ فقرہ اس طرح لکھا ہے: "مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا" لیکن عربی ترجمے کے الفاظ یہ ہیں: لانہ یاخذ مما ھولی ویخبرکم۔ اور انگریزی ترجمے میں یوں لکھا ہے۔

He shall receive of mine and shall shew it unto you.

قریب ہوگا۔"

مصری فاضل ڈاکٹر محمد توفیق صدقی نے اس لفظ کی جو تحقیق کی ہے وہ بھی قابل دید ہے:

"یہ لفظ فارقلیط یونانی ہے اور انگریزی میں اس کو Paraclete لکھا جاتا ہے جس کے معنی "تسلی دینے والے" کے ہیں، اور ضمناً "محبت کرنے والے" کا مفہوم بھی اس سے نکلتا ہے، جیسا کہ پوسٹ نے اپنی قاموس میں لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک دوسرا لفظ بھی ہے جو انگریزی حروف میں Periclite لکھا جاتا ہے اور اس کے معنی "بلند پایہ" "جلیل القدر" "عالی مقام"، "بزرگ" اور "نام ور" کے ہیں۔ یہ سب معنی محمد اور احمد اور محمود سے اقرب ہیں۔ اب یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح علیہ السلام جس زبان میں کلام کرتے تھے وہ عبرانی تھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ اصل لفظ جو انہوں نے استعمال کیا تھا، وہ کیا تھا؟ اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ اس انجیل کے مولف نے اس کا ترجمہ لفظ "فارقلیط" سے جو کیا ہے وہ اس کا پورا مفہوم ادا کرتا ہے یا نہیں؟ ہم کو یہ بھی خبر نہیں کہ اس لفظ کا یہی ترجمہ پہلے بھی کیا گیا تھا یا نہیں؟ خود عیسائی مصنفین اس کا اقرار کر چکے ہیں کہ عہد قدیم اور عہد جدید دونوں کے ترجموں میں الفاظ اور عبارات بدلتی رہی ہیں اس لیے یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ابتداء سے لفظ (Paraclete) ہی اصل عبرانی لفظ کا ترجمہ کیا گیا ہے بہت ممکن ہے کہ اصل میں (Periclite) استعمال کیا گیا ہو اور بعد میں سہواً یا عمداً اس کو Paraclete کر دیا گیا ہو۔ یونانی زبان میں یہ دونوں لفظ اس قدر مشابہ ہیں کہ ایک کا دوسرے سے بدل جانا کچھ بعید نہیں۔"

ان تصریحات سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ دونوں لفظوں میں بہت کم فرق ہے اور یونانی حروف اس قدر متشابہ ہیں کہ پیرکلیتوس کا پارکلیتوس سے مبدل ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے۔

بعد میں اہل تثلیث نے یہ دیکھ کر کہ مقدم الذکر لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک سے بہت قریب المعنی ہے، اس امر پر اصرار کیا کہ در اصل موخر الذکر لفظ ہی صحیح ہے۔ جن لوگوں نے مسیحی علماء کی روش کا بنظر انصاف مطالعہ کیا ہے وہ تسلیم کریں گے کہ ان حضرات کی دیانت سے یہ امر بعید نہیں، بلکہ وہ ایسی تحریف کو نہایت مستحسن اور کار ثواب سمجھتے ہیں۔

(۲) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے بعض لوگوں نے دعویٰ کیا تھا کہ ہم "فارقلیط" کے مصداق ہیں، مثلاً منتس مسیحی جو دوسری صدی عیسوی میں گذرا ہے۔ یہ ایک نہایت مرتاض شخص تھا اور اپنے عہد میں بڑا پرہیزگار سمجھا جاتا تھا۔ اس نے بلاد روم (ایشیا کوچک) میں ۱۸۷ء کے قریب زمانہ میں رسالت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ میں ہی وہ فارقلیط ہوں جس کی آمد کا عیسیٰ علیہ السلام نے وعدہ کیا تھا۔ بہت سے لوگوں نے اس کے دعوے کو قبول کر لیا اور اس پر ایمان لے آئے۔ سر ولیم میور نے اس کا حال لکھا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے بعد ابتدائی صدیوں میں لوگ فارقلیط کے منتظر تھے، مدعیوں نے فارقلیط ہونے کا دعویٰ بھی کیا، اور بہت سے مسیحیوں نے ان کے دعووں کو قبول بھی کیا۔ لب التواریخ کا عیسائی مصنف لکھتا ہے:۔

> "محمد کے ہم عصر یہودی اور مسیحی ایک نبی کے منتظر تھے اس سے محمد کو بہت فائدہ پہنچا کیونکہ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ میں ہی وہ نبی منتظر ہوں"۔

اس کلام سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایک نبی کے ظہور کا انتظار کر رہے تھے۔ اسی بنا پر جب نجاشی شاہ حبش کے پاس آنحضرت کا نامۂ مبارک پہنچا تو وہ پڑھتے ہی بول اٹھا کہ "میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہی وہ نبی ہے جس کا انتظار اہل کتاب کر رہے تھے" پھر جواب میں آپ کو لکھا کہ "میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے

صادق اور مصدق رسول ہیں میں نے آپ سے بیعت کی اور آپ کی طرف سے آپ کے چچازاد بھائی (جعفر بن ابی طالب) کے ہاتھ پر ایمان لایا"۔ یہ بادشاہ اسلام سے پہلے نصرانی تھا۔

مُقَوْقِس شاہ مصر کو جب آنحضرت کا دعوت نامہ اسلام پہنچا تو اس نے جواب میں لکھا

"میں نے آپ کا خط پڑھا اور جو کچھ آپ نے لکھا ہے اسے سمجھا اور جس چیز کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں اس کو دیکھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی ایک نبی آنے والا رہ گیا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا۔ میں نے آپ کے قاصد کے ساتھ عزت کا برتاؤ کیا ہے"۔

یہ بادشاہ اسلام نہیں لایا، مگر اس نے اپنے خط میں اقرار کیا کہ ایک نبی اور آنے والا رہ گیا ہے۔ اب یہ ظاہر ہے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ایسی زبردست دنیوی طاقت نہ تھی کہ یہ بادشاہ ڈر کر اس بات کا اقرار کرتے۔ لامحالہ ان باتوں سے یہی نتیجہ نکالا جائے گا کہ فی الواقع اس وقت عیسائیوں میں عام طور پر فارقلیط کی آمد کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

ایک نصرانی عالم جارود بن علا ر اپنی قوم کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ :-

"خدا کی قسم ! حق کے ساتھ آئے ہیں، اور آپ نے جو کچھ فرمایا ہے سچ فرمایا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے، میں نے انجیل میں آپ کی تعریف پائی ہے، اور مریم عذراء کا بیٹا آپ کی بشارت دے چکا ہے پس تحیۃ و سلام ہو آپ پر اور مشکور ہے وہ جو آپ کی عزت کرے۔ آنکھ سے دیکھ لینے کے بعد کسی اور نشان کی ضرورت نہیں اور یقین کے بعد شک کی گنجائش نہیں ہاتھ بڑھائیے اور میں

گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور آپ خدا کے رسول ہیں"۔

اس قسم کی متعدد مثالیں تاریخ میں اور بھی ملتی ہیں جن سے ہمارے مذکورہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے۔

ان دو امور کی توضیح کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی زبان میں جو لفظ استعمال کیا تھا اس کا تو اب کہیں پتا نہیں۔ صرف اس کا یونانی ترجمہ باقی رہ گیا ہے اب یہ بحث بے نتیجہ ہے کہ اصل عبرانی لفظ کیا ہوگا۔ ہم جو کچھ بھی نتیجہ نکال سکتے ہیں، یونانی ترجمہ ہی سے نکال سکتے ہیں۔ اس ترجمہ میں بھی دو احتمال ہیں۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اصل ترجمہ "پیرکلیتوس" تھا تب تو یہ بات بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں، کیونکہ وہ آپ کے اسم مبارک کا قریب قریب لفظی ترجمہ ہے لیکن عیسائی اس احتمال کو نہیں مانتے اس لیے ان کی خاطر سے ہم اس احتمال کو بھی چھوڑے دیتے ہیں۔ اب صرف پارکلیتوس (فارقلیط) باقی رہ جاتا ہے جس کے معنی "تسلی دہندہ" "مددگار" اور "حجت کرنے والے" (وکیل) کے کیے گئے ہیں ۱۸۱۶ء کے عربی ترجمہ میں "شافع" کیا گیا ہے۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہی صحیح ہے، اور حضرت عیسیٰ نے جو کچھ فرمایا تھا اس کا صحیح مفہوم یہی ہے، تب بھی ہمارا یہ دعویٰ بجائے خود قائم رہتا ہے کہ اس سے مراد وہ روح نہیں ہے جو عید پنتکست کے دن حضرت عیسیٰ کے شاگردوں پر نازل ہوئی تھی (جیسا کہ کتاب الاعمال باب ۲ میں بیان ہوا ہے) بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہیں۔ ہمارے اس دعوے کے لیے خود اس بشارت ہی میں حسب ذیل دلائل موجود ہیں:-

(۱) حضرت عیسیٰ نے فارقلیط کی خبر دینے سے پہلے تنبیہ کے طور پر فرمایا کہ "اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو۔ اس سے مقصود یہ تھا کہ جو کچھ بعد میں کہا جانے والا ہے، سامعین سمجھ لیں کہ وہ خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کی رعایت ضروری ہے۔ اگر فارقلیط سے مراد

وہی روح ہوتی جو شاگردوں پر نازل ہونے والی تھی تو اس فقرہ کی کوئی حاجت نہ تھی، کیونکہ یہ گمان کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ حواریین جو اس سے پہلے بھی اس روح کے نزول سے مستفیض ہو چکے تھے، ایک بار پھر اس کے نازل ہونے کو مستبعد سمجھیں گے۔ بلکہ اگر وہ پہلے نازل نہ بھی ہو چکی ہوتی تب بھی استبعاد کی کوئی وجہ نہ تھی، کیونکہ جب روح کسی کے قلب پر نازل ہوگی اور اس میں حلول کر جائے گی تو لامحالہ اس کا نمایاں اثر ظاہر ہوگا، پھر اس گمان کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ متاثر شخص اس سے انکار کر دے گا۔ انکار و استبعاد کا اندیشہ اور اس کا سدباب کرنے کے لیے پہلے سے تنبیہ کر دینا تو اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ بشارت کا ظہور کسی ایسی صورت میں ہونے والا ہو جو انسانی فطرت اور انسان کے سابق طرز عمل کو دیکھتے ہوئے انکار و استبعاد کی محل سمجھی جا سکتی ہو اور رہ چکی ہو، اور یہ صورت ایک بشر رسول کی صورت ہی ہو سکتی ہے۔ مسیح علیہ السلام دیکھ چکے تھے کہ پچھلی امتوں نے ہمیشہ نبیوں کو جھٹلایا۔ اس لیے انہوں نے اپنے متبعین کو آنے والے نبی کی خبر دینے سے پہلے تنبیہ کر دی کہ وہ اس کی تکذیب نہ کریں۔

(۲) یہ روح جو شاگردوں پر نازل ہوئی تھی، مسیحی اعتقاد کے موجب باپ سے تو مطلقاً متحد ہے، اور بیٹے سے باعتبار اس کی لاہوتیت کے حقیقتہً متحد ہے۔ پھر اس کو "دوسرا فارقلیط" کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا تھا۔ البتہ اگر مخبر عنہ کوئی نبی ہو تو کسی تکلف کے بغیر یہ الفاظ اس پر صادق آ سکتے ہیں۔

(۳) وکالت اور شفاعت، خواص نبوت میں سے ہیں نہ کہ اس روح کے خواص میں سے جو اللہ کے ساتھ متحد بتائی جاتی ہے۔ پس اگر فارقلیط کے معنی وکیل اور شفیع کے ہیں تو یہ لفظ روح پر صادق نہ آئے گا بلکہ ایک نبی ہی پر صادق آئے گا۔

(۴) عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا" عہد جدید کے رسائل میں سے کسی رسالہ سے بھی یہ ثابت نہیں ہوا کہ عید پنتکُست کے دن جو حواری جمع تھے وہ مسیح کی باتوں کو بھول گئے تھے اور اس روح نے جو ان پر نازل ہوئی انہیں وہ سب باتیں یاد دلائیں۔

(۵) عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے تاکہ جب وہ وقوع میں آئے تو تم ایمان لاؤ"۔ اس فقرے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فارقلیط سے مراد یہ روح نہیں ہے۔ اگر نزول روح کی خبر دینا مقصود ہوتا تو مکرر اس تاکید کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی، کیونکہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ روح کا نازل ہونا کوئی ایسا امر نہ تھا جس کو حواریین مستبعد سمجھتے، یا ان سے یہ اندیشہ ہوتا کہ نزول روح کے وقت وہ اس سے انکار کر دیں گے۔ پس یہ تاکید کی تکرار صاف بتا رہی ہے کہ فارقلیط سے مراد ایک آنے والا نبی ہے۔

(۶) عیسیٰ علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ "وہ میری گواہی دے گا"۔ مگر اس روح نے مسیح کے تلامذہ میں سے کسی کے سامنے مسیح کی گواہی نہ دی، نہ اس گواہی کی کوئی ضرورت تھی، کیونکہ جن حواریوں پر وہ نازل ہوئی تھی وہ اس کے نزول سے پہلے ہی مسیح کو جانتے تھے اور کسی شہادت کے محتاج نہ تھے۔ رہے کفار جنہوں نے مسیح کا انکار کیا تھا، تو وہ شہادت کے تو محتاج ضرور تھے، مگر یہ روح نہ ان پر نازل ہوئی نہ اس نے ان کے سامنے کوئی شہادت دی

بخلاف اس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح علیہ السلام کی صداقت پر گواہی دی، ان کی والدہ ماجدہ پر کفار نے زنا کی جو تہمت لگائی تھی اس کو نہایت پر زور طریقہ سے رد کیا، اور تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مسیح علیہ السلام پر بھی ایمان لانے کو لازم گردانا۔

(۷) عیسیٰ علیہ السلام اس کے بعد فرماتے ہیں "اور تم بھی گواہی دو گے[ؔ] کیونکہ تم شروع

ؔ بعض اردو ترجموں میں "تم بھی گواہ ہو" لکھا ہے، مگر انگریزی ترجمہ جو زیادہ مستند سمجھا جاتا ہے یوں ہے: And ye also shall bear witness۔ عربی کے جدید ترین ترجمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ وتشهدون انتم ایضاً۔

سے میرے ساتھ ہو" اس قول سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جب آنے والا فارقلیط مسیح پر گواہی دیگا تو مسیح کے سچے پیرو بھی اس کے ساتھ گواہی دیں گے لیکن اگر فارقلیط سے مراد وہ روح لی جائے جو حواریوں پر نازل ہوئی تھی تو یہ قول بے معنی ہو جاتا ہے۔ اس روح کے نزول کی کیفیت جو کتاب الاعمال میں بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ ایک آندھی کے سے سناٹے کے ساتھ آئی اور زبان ہائے آتش کی شکل میں ظاہر ہوئی اور ہر ایک حواری پر آٹھیری اور وہ سب اس روح سے بھر گئے۔ اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح ان میں اس طرح حلول کر گئی تھی جس طرح جن کسی کے اندر اتر جاتا ہے۔ اب اگر وہ مسیح پر گواہی دیتی بھی تو اس کی گواہی اور حواریوں کی گواہی جدا جدا نہ ہوتی بلکہ وہ صرف روح ہی کی گواہی ہوتی۔

(۸) عیسیٰ علیہ السلام پھر فرماتے ہیں "اگر میں نہ جاؤں تو وہ فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیجدوں گا" یہاں آنجناب نے فارقلیط کی آمد کے لیے اپنے جانے کو شرط، اور موجودگی کو اس کی آمد کے لیے مانع قرار دیا ہے۔ مگر نزول روح کے لیے تو نہ مسیح کی موجودگی مانع تھی اور نہ مسیح کے جانے پر اس کی آمد موقوف تھی، کیونکہ وہ مسیح کے عہد میں بھی حواریوں پر نازل ہو چکی تھی (جبکہ مسیح نے انہیں بلاد اسرائیلیہ کی طرف بھیجا تھا) لہذا فارقلیط سے روح مراد نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ کوئی ایسا ہی شخص ہو سکتا ہے جس سے مسیح کی زندگی میں ان کے پیرو فیضیاب نہ ہوئے ہوں اور جن کا آنا مسیح کے جانے پر موقوف ہو۔ چونکہ دو مستقل صاحب شریعت نبیوں کا بیک وقت موجود ہونا جائز نہیں ہے، اور اسی بنا پر حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو وہ نہ آئے گا، اس لیے وہ لامحالہ کوئی نبی ہی ہونا چاہیے۔

(۹) عیسیٰ علیہ السلام آگے چل کر فرماتے ہیں "وہ دنیا کو قصوروار ٹھیرائیگا" اس مفہوم کے لیے عربی ترجمہ میں "یوبخ العالم" اور "یبکت العالم" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جس کے معنی زجر اور ملامت

کرنے اور حجت کے زور سے غالب آنے کے ہیں۔ انگریزی میں Reprove کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی سرزنش کرنے اور ڈانٹنے کے ہیں۔ اب یہ کھلی ہوئی تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی نے ان لوگوں کو سرزنش اور زجرو توبیخ نہیں کی ہے جنھوں نے مسیح کی تکذیب کی اور انکی والدہ پر تہمت لگائی اور ان پر قتل کا فتویٰ صادر کیا۔ یہ بات نہ اس روح پر صادق آتی ہے جو شاگردوں پر نازل ہوئی تھی اور نہ بعد کے کسی شخص پر۔

(۱۰) حضرت عیسیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں ہے"۔ اس فقرہ میں فارقلیط کی دو مزید صفات بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اس جہان کا سردار (رئیس ھذا العالم ۔۔ Prince of this world) ہے دوسرے یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ پر فضیلت رکھتا ہے، کیونکہ حضرت اس کے مقابلہ میں اپنی بے بضاعتی کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ "مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں" (بعض ترجموں میں ہے "مجھ میں اس کا کچھ نہیں") یہ دونوں باتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ آنے والا مسیح کے ساتھ متحد الحقیقت نہیں ہے، بلکہ غیر ہے، آسمان کا نہیں بلکہ اس جہاں کا سردار ہے، اور مسیح کے مقابلہ میں افضل ہے روح القدس ان صفات کی حامل نہیں ہوسکتی۔ ایک انسان ہی ان کا مصداق ہوسکتا ہے۔

(۱۱) پھر مسیح فرماتے ہیں کہ "مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر ابھی تم ان کے تحمل کی تاب نہیں رکھتے"۔ یہ فقرہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آنے والے سے وہ روح مراد نہیں ہے جو شاگردوں پر نازل ہوئی تھی، کیونکہ اس نے حضرت عیسیٰ کے احکام پر کسی حکم کا اضافہ نہیں کیا۔ عیسائیوں کے اپنے بیان کے بموجب اس نے مسیحیوں کو صرف عقیدۂ تثلیث کی تعلیم دی اور انہیں حکم دیا کہ دنیا کو اس عقیدہ کی طرف دعوت دیں۔ اس میں کونسی ایسی بات ہے جو اس تعلیم پر زائد ہو جو حضرت عیسیٰ خود عیسائیوں کے اعتقاد کے بموجب صلیب پر چڑھنے کے وقت تک دیتے رہے؟ ہاں یہ ضرور ہوا کہ انہوں نے اس روح کے نزول کے بعد توراۃ کے احکام عشرہ میں سے

چند کے سوا باقی تمام احکام کو ساقط کر دیا اور بہت سے محرّمات کو حلال کر لیا۔ مگر یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے متعلق حضرت مسیح کو یہ کہنے کی ضرورت پیش آتی کہ تم اس کے تحمل کی قوت نہیں رکھتے۔ بہت سے احکام کا اسقاط تو کوئی بار نہیں بلکہ پچھلے بار کو ہلکا کرنے والی چیز ہے، پھر اس کے لیے تحمل کی قوت نہ ہونے کے کیا معنی؟ البتہ مزید احکام کو قبول کرنا ضرور قوتِ تحمل چاہتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ مسیح علیہ السلام کے زمانہ نبوت میں عیسائی اس قدر ضعیف الایمان اور کمزور تھے کہ وہ فرائض اور واجبات اور اوامر ونواہی اور جہاد و قتال اور سیاست مدن کے عظیم الشان بار کو نہیں سنبھال سکتے تھے۔ انہی چیزوں کے متعلق حضرت مسیح نے فرمایا کہ مجھے تم سے بہت سی باتیں کہنی تھیں، مگر اس وقت تم ان کو برداشت کرنے کی قوت نہیں رکھتے، اس لیے میں انہیں ملتوی کرتا ہوں میرے بعد فارقلیط، اس جہان کا سردار، مجھ سے افضل شخص آکر تمہیں ان کی تعلیم دے گا۔ اب جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کی شریعت پر غور کرے گا۔ اس کا دل خود گواہی دیگا کہ آپ ہی نے اس کام کو مکمل کیا جسے حضرت عیسیٰ ناقص چھوڑ گئے تھے۔ اور آپ ہی اس بشارت کے مصداق ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) پھر حضرت فرماتے ہیں "وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا"۔ یہ کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بنی اسرائیل سے اندیشہ تھا کہ وہ آنے والے نبی کی تکذیب کریں گے، اس لیے پھر ایک مرتبہ انہیں یقین دلانے کی ضرورت پیش آئی کہ وہ شخص نبی صادق ہوگا، اپنی ہوائے نفس کی بنا پر کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ اس پر وحی کیا جائے گا وہی تم تک پہنچا دے گا۔ مزید براں اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد روح القدس نہیں ہے کیونکہ مسیحی اعتقاد کے بموجب وہ تو اللہ کے ساتھ عینیت رکھتی ہے، پھر اس کے حق میں یہ کہنے کا کونسا موقع تھا کہ وہ جو کچھ سنے گی وہی کہے گی۔ پس لامحالہ اس کے مصداق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ کیونکہ آپ انسان ہیں، عین اللہ

نہیں ہیں اور آپ ہی کے حق میں اس اندیشہ کے متعدد وجوہ تھے کہ بنی اسرائیل آپ کی تکذیب کریں گے، اور بعد کے واقعات نے بھی ثابت کر دیا کہ بنی اسرائیل نے نہایت شدت کے ساتھ آپ کی تکذیب کی۔

(۱۳) آخر میں حضرت یہ بھی فرماتے ہیں کہ "جو کچھ میرے پاس ہے وہ اسی سے لے گا" یہ بات بھی روح القدس پر صادق نہیں آتی، کیونکہ اہل تثلیث کے نزدیک تو وہ قدیم ہے، غیر مخلوق ہے، قادر مطلق ہے، اس کے لیے کوئی کمال منتظر نہیں ہے، بلکہ ہر کمال اس کو بالفعل حاصل ہے۔ پس ضرور ہے کہ یہ موعود کسی ایسی جنس سے ہو جو بالذات عالم نہ ہو، بلکہ اس کا علم معطی حق کی عطا کا نتیجہ ہو۔ ایسا شخص صرف ایک بشر رسول ہی ہو سکتا ہے۔ پھر چونکہ اس وہم کا موقع تھا کہ آنے والا نبی حضرت عیسیٰ کی شریعت کا تبع ہوگا، اسلیے حضرت نے اُس کو دفع کرنے کے لیے فرمایا کہ "سب چیزیں جو باپ کی ہیں وہ میری ہیں اس لیے میں نے کہا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اسی سے لے گا" مطلب یہ ہے کہ تمام تعلیم حق خدا کی طرف سے ہے میرے پاس جو کچھ ہے وہ بھی خدا کا ہے، اور آنے والا نبی بھی جو کچھ کہے گا وہ خدا کی طرف سے کہے گا۔ لہٰذا تم یہ نہ سمجھ لینا کہ اس کی تعلیم میری تعلیم سے کچھ مغائر ہے۔ بلکہ اس کو اپنی ہی چیز سمجھنا۔

بشارت مذکورۃ الصدر کی اس توضیح کو دیکھیے۔ اگر کوئی شخص انکار پر اصرار کرنے والی ذہنیت نہ رکھتا ہو، اور کھلے دل سے بشارت کے صریح مفہوم کو سیدھے سادے طریق پر سمجھنے کی کوشش کرے، تو بشارت کے الفاظ اور تاریخ کے مسلم واقعات اس کو یقین دلا دیں گے کہ وہ بشارت ایک آنے والے نبی ہی کے لئے تھی اور مسیح کے بعد سے آج تک کوئی ایسی عظیم الشان شخصیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا پیدا نہیں ہوئی جو اس بشارت کی مصداق ہو۔

مسیحی علماء کے شبہات | اب ان شبہات پر بھی ایک نظر ڈالیے جو ہماری اس تعبیر پر مسیحی علماء کی طرف

سے وارد کیے گئے ہیں۔

(۱) اس عبارت میں فارقلیط کی تفسیر روح القدس اور روح حق سے کی گئی ہے اور یہ دونوں لفظ اقنوم ثالث کے لیے مختص ہیں۔ پھر فارقلیط سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کر مراد ہو سکتے ہیں

اس کا جواب یہ ہے کہ عہد قدیم اور عہد جدید میں روح القدس اور روح الحق اور روح الصدق کے الفاظ جہاں کہیں استعمال ہوئے ہیں ان سے مراد لازماً اقنوم ثالث ہی نہیں ہے، بلکہ بکثرت مقامات پر ان کو اقنوم ثالث کے سوا دوسرے معانی کے لیے استعمال کیا گیا ہے مثلاً کتاب حزقیال باب ۳۷ کی آیت ۱۴ میں اللہ تعالیٰ ان ہزاروں آدمیوں کو جنہیں اس نے حزقیال علیہ السلام کے معجزہ سے زندہ کیا تھا، خطاب کر کے فرماتا ہے "اور میں اپنی روح تمہارے اندر ڈالوں گا" یہاں روح اللہ سے مراد نفس ناطقہ انسانیہ ہے نہ کہ اقنوم ثالث جو اہل تثلیث کے نزدیک عین اللہ ہے۔ یوحنا کے پہلے خط کا چوتھا باب ان الفاظ سے شروع ہوتا ہے۔

"اے عزیزو ہر ایک روح کا یقین نہ کرو بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ اللہ کی طرف سے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ خدا کی روح کو تم اس طرح پہچان سکتے ہو کہ جو کوئی روح اقرار کرے کہ یسوع مسیح مجسم ہو کر آیا ہے وہ خدا کی طرف سے ہے ..... ہم خدا سے ہیں جو خدا کو جانتا ہے وہ ہماری سنتا ہے اور جو خدا سے نہیں وہ ہماری نہیں سنتا۔ اسی سے ہم حق کی روح کو پہچان لیتے ہیں"

(آیت ۱-۶)۔

ان آیات میں بھی روح اللہ اور روح حق سے مراد اقنوم ثالث نہیں ہے بلکہ یہاں اس سے مراد واعظ حق ہے، اور مجرد روح بمعنی واعظ اور داعی استعمال کی گئی ہے

جو اگر گمراہی کی طرف بلائے تو گمراہی کی روح کہی جائے گی۔ پس فارقلیط کی تفسیر میں روح القدس اور روح الحق کے الفاظ استعمال کرنے سے لازم نہیں آتا کہ اس سے مراد وہ روح القدس ہو جس کو مسیحی عقیدہ میں اقنوم ثالث کہا جاتا ہے۔ بلکہ بشارت کے دوسرے الفاظ اور قرائن صاف بتا رہے ہیں کہ اس سے مراد واعظ حق اور داعی صدق ہے۔

(۲) اس عبارت میں مسیح کا خطاب حواریوں سے ہے اور ہر جگہ ضمیر مخاطب استعمال کی گئی ہے۔ لہٰذا ضرور ہے کہ فارقلیط حواریوں ہی کے سامنے ظاہر ہو، نہ کہ پانچ چھ سو سال بعد

جواب اس کے معنی یہ ہیں کہ جب کبھی ضمیر خطاب استعمال کی جائے تو لازماً موجود الوقت حاضرین یا ہم عصر لوگ ہی اس سے مراد ہوں۔ حالانکہ ہر جگہ ایسا ہونا ضروری نہیں۔ مثال کے طور پر انجیل متی باب ۲۶۔ آیت ۶۴ میں جناب مسیح علیہ السلام سردار کاہنوں اور شیوخ اور عوام کو خطاب کر کے کہتے ہیں :-

"میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کے دہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے"

اس قول کے مخاطب مر چکے۔ ایک ہزار نو سو برس سے زیادہ زمانہ گذر گیا۔ مگر ابھی تک ابن آدم قادر مطلق کے دہنی طرف بیٹھا ہوا اور آسمان کے بادلوں پر آتا ہوا نظر نہ آیا۔ اگر اس قول کے مخاطب صرف وہی لوگ تھے جو اس مجمع میں موجود تھے، تو مسیح کا یہ قول جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔

(۳) فارقلیط کے متعلق مسیح نے کہا ہے کہ وہ روح حق ہے جسے دنیا نہیں پا سکتی کیونکہ وہ اُسے نہ دیکھتی ہے نہ جانتی ہے، لیکن تم اسے جانتے ہو کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور تم میں ہو گی"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد روح ہی ہے نہ کہ ایک مجسم انسان جسے دنیا نے

دیکھا بھی اور جانا بھی۔

جواب یہ اعتراض اگر ضد کی بنا پر نہیں ہے، تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معترضین کسی بلیغ اور حکیمانہ کلام کے مغز کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ رویت اور معرفت کے دو مرتبے ہوتے ہیں۔ ایک رویت و معرفت تو یہ ہے کہ آپ نے معلّم کے جسد اور رنگ، وروپ کو دیکھا اور یہ جان لیا کہ وہ ایک خاص شکل و صورت اور صفات رکھنے والا انسان ہے دوسری رویت و معرفت یہ ہے کہ آپ نے اس روح کو دیکھا اور جانا جو اس کی تعلیم اور اس کی سیرت میں پوشیدہ ہے مسیح کی مراد دراصل یہ دوسری نوع ہی کی رویت و معرفت ہے، اسی لیے انہوں نے یہاں شخص کے بجائے "روح حق" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اگر رویت سے مراد رویت بصری اور معرفت سے مراد معرفت جسدی ہو تو ظاہر ہے کہ روح اس اعتبار سے نہ تو مرئی ہے اور نہ قابل معرفت۔ لہٰذا روح کے لیے اس معنی میں دیکھنے اور جاننے کے الفاظ استعمال کرنا ہی سرے سے بے معنی ہوتا۔ پس مسیح کے کلام کا واضح مقصود یہ ہے کہ فارقلیط میں حق اور صداقت کی جو روح ہوگی، دنیا کے لیے اس کو پانا مشکل ہوگا۔ مگر جو سچے مسیحی ہیں وہ آسانی کے ساتھ اسے پالیں گے۔ یہ وہی بات ہے جو قرآن مجید میں سچے عیسائیوں کے متعلق ارشاد ہوئی ہے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا	اور تم ایمان لانے والوں کے ساتھ محبت کرنے
الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ	میں سب سے زیادہ جن کو قریب پاؤ گے وہ
مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا	لوگ ہیں جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے
يَسْتَكْبِرُوْنَ ۔ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ	کہ ان میں قسیس اور راہب ہیں اور وہ سرکشی
اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ	نہیں کرتے۔ انہوں نے جب وہ پیغام سنا جو

الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ (الانعام: ۱۱) ۔

رسول پر اتارا گیا ہے تو تم نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے کیوں کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔ وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے پس ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔ اور کیا ہم کو جنون ہو گیا ہے کہ ہم اللہ پر اور اس حق پر جو ہمارے سامنے آیا ہے ایمان نہ لائیں اور پھر یہ بھی امید رکھیں کہ ہمارا پروردگار ہم کو صالح لوگوں میں داخل کر دے گا۔

اس آیت میں قرآن مجید نے مسیح کے اس قول کی حرف بحرف تائید کی ہے کہ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت سچے عیسائی روح حق کو جلدی پہچان لیں گے، کیونکہ وہ پہلے سے حق آشنا اور حق شناس ہو چکے تھے۔

تاہم اگر کوئی مسیحی رویت کے معنی کو رویت بصری اور معرفت کے معنی کو معرفت جسدی ہی میں محصور کرنے پر اصرار کرے تو ہم اس سے انجیل کی حسب ذیل آیات کے معنی دریافت کریں گے:۔

"میں ان سے تمثیلوں میں اس لیے باتیں کرتا ہوں کہ دیکھتے ہیں اور پھر نہیں دیکھتے اور سنتے ہیں اور پھر نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے"۔ (متی۔ باب ۱۳۔ آیت ۱۳۔)

"اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا سوا باپ کے اور کوئی باپ کو نہیں جانتا سوا بیٹے کے اور اس کے جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے"۔ (متی۔ باب ۱۱۔ آیت ۲۷)

"تم مجھے بھی جانتے ہو اور یہ بھی جانتے ہو کہ میں کہاں کا ہوں (یوحنا۔ باب ۷، آیت ۲۸)

"نہ تم مجھے جانتے ہو نہ میرے باپ کو۔ اگر مجھے جانتے تو میرے باپ کو بھی جانتے۔ (یوحنا

باب ۸ ۔ آیت ۱۹)۔

اگر دیکھنے اور جاننے کے مدارج میں تفاوت نہیں ہے، تو آپ اس گورکھ دھندے کو کیونکر سلجھائیں گے کہ ایک ہی وقت میں دیکھنے اور جاننے کی نفی بھی ہے اور اثبات بھی۔

(۴) کتاب الاعمال کے پہلے باب میں ہے: "اور ان سے ملکر ان کو حکم دیا کہ یروشلم سے باہر نہ جاؤ۔ بلکہ باپ کے اس وعدے کے پورا ہونے کے منتظر رہو جس کا ذکر تم مجھ سے سن چکے ہو کیونکہ یوحنا نے تو پانی سے بپتسمہ دیا مگر تم تھوڑے دنوں کے بعد روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے" (آیت ۵) یہ قول دلالت کرتا ہے کہ فارقلیط وہی روح ہے جو عید پنتکست کے دن نازل ہوئی، کیونکہ باپ کے وعدے سے مراد فارقلیط ہی ہے۔

جواب۔ یہ کہنا کہ باپ کے وعدے سے مراد فارقلیط ہے اور فارقلیط سے مراد روح القدس ہے، یہ محض ایک ادعاہی ادعا ہے، اور ہم اس کو بدلائل غلط ثابت کر چکے ہیں دراصل فارقلیط کی بشارت ایک الگ چیز ہے اور شاگردوں پر نزول روح کا وعدہ ایک دوسری چیز ہے۔ دونوں وعدے الگ الگ پورے کیے گئے۔ یوحنا نے صرف فارقلیط کی بشارت نقل کی ہے، دوسرے انجیلیوں نے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ لوقا نے نزول روح کا وعدہ نقل کیا ہے۔ یوحنا نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں کیا۔ مولفین اناجیل کا حال یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے واقعات کو تو سب کے سب بالاتفاق نقل کرتے ہیں، مثلاً یروشلم جاتے وقت حضرت عیسیٰ کا گدھے پر سوار ہونا، مگر بڑے اہم معاملات کے بیان میں اکثر اختلاف کرتے ہیں، حتیٰ کہ کسی بڑے معاملہ کا ایک شخص ذکر کرتا ہے۔ اور دوسرا بالکل نہیں کرتا۔ ابن الارملا کو مُردوں میں سے جلا اٹھانا، ستر شاگردوں کو روانہ کرنا، برص کے دس مریضوں کو چنگا کرنا، صرف لوقا کے ہاں مذکور ہے، دوسرے انجیلی مصنفین نے ان واقعات کا کوئی ذکر نہیں کیا، حالانکہ یہ اہم

واقعات ہیں۔ قانائے گلیل کی شادی میں شرکت، اور وہاں پانی کو مئے بنا دینا صرف یوحنا کے ہاں بیان ہوا ہے، باقی سب اس باب میں خاموش ہیں، حالانکہ یہ وہ واقعہ ہے جس میں پہلی مرتبہ مسیح سے ایک معجزہ صادر ہوا اور ان کی بزرگی کو جان کر لوگوں نے ان پر ایمان لانا شروع کیا۔ اسی طرح بیت صیدا میں ایک ۳۸ سال کے مریض کو چنگا کرنے کا واقعہ، اور ایک زناکار عورت کا قصہ اور ایک جنم کے اندھے کو اچھا کرنے کا حال بھی صرف یوحنا نے لکھا ہے۔ حالانکہ یہ بھی اہم واقعات ہیں۔ یہی کیفیت متی اور مرقس کی بھی ہے۔ یہ دونوں بھی بعض واقعات کے بیان میں منفرد ہیں۔ پس جو شخص اناجیل میں نظر رکھتا ہے۔ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ نزول روح القدس کی بشارت اور آمد فارقلیط کی بشارت، دونوں ایک نہیں ہیں، بلکہ قطعاً الگ ہیں، اور دونوں کو ایک سمجھنا غلطی ہے۔

انجیل برناباس اور اس کی بشارتیں

یہاں تک ہم نے وہ بشارتیں نقل کی ہیں جو اہل کتاب کے ہاں قانونی کتابیں تسلیم کی جاتی ہیں۔ اب ہم غیر قانونی کتابوں میں سے ایک اہم کتاب کا ذکر کرتے ہیں جو مسیح کے حواری برنابا (St. Barnabas) کی انجیل کہلاتی ہے۔ یہ ایک قدیم کتاب ہے جس سے ابتدائی زمانہ کے مسیحی خوب واقف تھے۔ اس میں صریح طور پر توحید خالص اور ابطال تثلیث کا ذکر تھا۔ نیز اس میں دین مسیحی کے وہ حقیقی اصول بھی بیان کیے گئے تھے جن کو مٹا کر سینٹ پال نے مسیحیت کی شکل بدل دی۔ مگر بد قسمتی سے پیروان مسیح کا سواد اعظم پال کا متبع ہوگیا، اور اسی کے مذہب نے رومیوں میں فروغ پایا یہاں تک کہ قسطنطین اعظم کے مسیحیت قبول کرنے کے بعد یہی سرکاری مذہب بن گیا۔

قسطنطین کے عہد میں ایک پادری ایریس (Arius) نامی تھا جس نے ؤسیان انطاکی کے مدرسہ میں تعلیم پائی تھی۔ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ مسیح خدا نہیں ہے، نہ خدا نے مسیح کے جسم میں

حلول کیا ہے، بلکہ خدا نے اپنی روح مسیح میں پھونک دی تھی۔ اس لحاظ سے وہ ایک ہی خدا کا قائل تھا اور مسیح کو اس کا بندہ سمجھتا تھا۔ سرکاری مذہب کے اکابر نے اس کی سخت مخالفت کی۔ آخر کار ۳۲۵ء میں نیقیہ (Nicaea) کے مقام پر ایک کونسل مقرر کی گئی، جس میں ایک مہینہ سے زیادہ مدت تک اس مسئلہ پر سخت مباحثہ ہوتا رہا قسیسوں کی اکثریت غیر جانبدار رہی۔ مگر قسطنطین کے شاہی اثر سے ایریس اور اس کے پیروؤں کو دین سے خارج کر دیا گیا۔ اس مباحثہ میں ایریس نے برنابا کی انجیل کو بھی منجملہ دوسرے شواہد کے، اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کیا تھا۔ سرکاری مذہب کے ائمہ پہلے سے اس انجیل کو ترک کر چکے تھے۔ اب جو ایرین فرقہ نے اس سے استدلال کر کے اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کی، تو اس کی مخالفت کا جذبہ اور بڑھ گیا، یہاں تک کہ اس کا مطالعہ حرام قرار دیا گیا، اور اس کے پڑھنے والوں کو سخت سزائیں دی جانے لگیں۔

اس طرح انجیل برنابا قریب قریب دنیا سے ناپید ہو گئی لیکن اس کے چند نسخے پھر بھی موجود رہے۔ قرآن کے مترجم جارج سیل نے اس کا ہسپانوی نسخہ دیکھا تھا۔ اس سے بہت پہلے ایک راہب مرینو نامی نے سولھویں صدی کے اواخر میں اس کا لاطینی نسخہ پاپائے روم کے کتب خانہ میں دیکھا اور وہاں سے چرا لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اسی نسخہ کو دیکھ کر مرینو مسلمان ہو گیا۔ ایک اور نسخہ بلاط (وینا) کے کتب خانہ میں پایا گیا۔ ۱۹۰۷ء میں ایل ریگ (L. Ragg) نے اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں آکسفرڈ سے شائع کیا، اور اس نسخہ سے عربی زبان میں اس کا ترجمہ ہوا۔

مسیحی علماء کہتے ہیں کہ یہ انجیل جعلی معلوم ہوتی ہے۔ غالباً کسی ایسے پادری نے ایطالوی زبان میں اس کو تصنیف کیا ہے جو مسیحیت کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا ہو گا لیکن یہ محض ایک قیاس ہے۔ اس کا کوئی ثبوت وہ نہیں دے سکے ہیں۔ بخلاف اس کے یہ امر ثابت ہے کہ ظہور اسلام سے تین سو برس پہلے برنابا کی انجیل ایسے موجود تھی اور اس میں پولوسی عقائد کے خلاف باتیں پائی جاتی تھیں جن کی بنا پر اس کو مستند کتابوں کے زمرہ

خارج کیا گیا۔ سب سے بڑی بات جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا اس انجیل کے جعل سے کوئی تعلق نہیں ہے یہ ہے کہ گذشتہ بارہ صدیوں میں علمائے اسلام نے مسیحیوں کے رد میں بہت کچھ لکھا اور خود مسیحی کتابوں سے بھی استدلال کیا، مگر کسی مسلمان مصنف کی کتاب میں برناباس کی انجیل کا ذکر نہیں پایا گیا۔ یہ ایسی بات ہے جس کو دشمن اسلام مارگولیوتھ جیسے شخص نے بھی تسلیم کیا ہے۔ مسیحیوں کو اس کتاب کے جعلی ہونے کا شبہہ زیادہ تر اس وجہ سے ہوا کہ اٹالین نسخہ پر کچھ عربی تعلیقات پائی گئی ہیں لیکن جن لوگوں نے ان تعلیقات کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ کسی مسلمان عالم کی نہیں ہو سکتیں، کیونکہ ان کی زبان نہایت ناقص ہے حتیٰ کہ ایک جگہ سبحان اللہ کو اللہ سبحان لکھا ہے۔

اس مختصر تعارف کے بعد ہم اس انجیل کے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں:-

" تب شاگرد رونے لگے اور بولے کہ اے استاد تو ہمیں کیوں چھوڑے جاتا ہے۔ ہمارے لیے مر جانا اس سے بہتر ہے کہ تو ہمیں چھوڑے یسوع نے جواب دیا تمہارا دل نہ گھبرائے اور نہ ڈرے[۱] کیونکہ وہ میں نہیں ہوں جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، بلکہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا اور وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ رہا میں تو میں اللہ کے اس رسول کے لیے راستہ صاف کرنے آیا تھا جو دنیا کو نجات دلانے کے لیے قریب میں آنے والا ہے۔ مگر تم ہوشیار رہنا کہ دھوکا نہ کھا جاؤ۔ بہت سے جھوٹے نبی آئیں[۲] گے جو میرا کلام لیں گے اور میری انجیل کو نجس کر دیں گے۔

تب اندریاس بولا اے استاد ہمیں اس کی علامت بتا دے کہ ہم پہچانیں۔

یسوع نے جواب دیا وہ تمہارے زمانہ میں نہ آئے گا بلکہ تمہارے بعد برسوں پیچھے آئیگا۔ جب کہ میری انجیل مٹ جائے گی اور دنیا میں ۳۰ مومن بھی نہ پائے جائیں گے۔ اس وقت اللہ دنیا پر رحم کھائے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا جس کے سر پر سپید عمامہ ہوگا۔ اللہ کے برگزیدہ

[۱] یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۲۷۔ [۲] متی باب ۲۴۔ آیت ۱۱۔

بندوں میں سے ایک اس کو پہچانے گا اور اس کو عالم پر ظاہر کرے گا۔ وہ بدینوں پر بڑی قوت کے ساتھ آئے گا۔ اور عالم سے بتوں کی پرستش مٹا دیگا ۔ میں اِس کو چھپاتا ہوں کیونکہ اِس کا اعلان اُس کے واسطے سے ہوگا، اور وہی خدا کا جلال ظاہر کرے گا اور میری سچائی کھولے گا، اور ان لوگوں سے انتقام لے گا جو مجھے انسان سے برتر کہیں گے ...... وہ تمام انبیاؑ سے زیادہ روشن حق کے ساتھ آئیگا اور ان لوگوں کو سخت توبیخ کریگا جو اس عالم میں سیدھی راہ نہیں چلتے ...... پس جب بت پرستی کو زمین پر گرتے دیکھا جائے، اور اقرار کیا جائے کہ میں ایک انسان ہوں دوسرے انسانوں جیسا، تو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس وقت اللہ کا نبی آئے گا۔ (فصل ۷۲۔ آیت ۷ تا ۲۴)۔

اس کے بعد فصل ۹۶ میں مسیح اور سردار کاہن کی گفتگو نقل کی گئی ہے۔ کاہن نے مسیح سے اس کی بابت پوچھا تو مسیح نے اس کو اپنا اور اپنی ماں کا نام بتایا اور کہا کہ میں بشر ہوں۔ دوسرے بنی آدم کی طرح فانی بشر۔ اس سلسلہ میں لکھا ہے:۔

"کاہن نے جواب میں کہا موسیٰ کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمارا خدا قریب میں ہمارے لیے مسیا کو بھیجے گا جو ہم کو اس بات کی خبر دینے کے لیے آئیگا کہ اللہ کیا چاہتا ہے، اور وہ عالم کے لیے اللہ کی رحمت لے کر آئے گا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تو ہم سے سچ کہدے کہ کیا تو ہی اللہ کا مسیا ہے جس کا ہم انتظار کر رہے تھے؟

یسوع نے جواب دیا، سچ ہے، اللہ نے اس کا وعدہ کیا تھا، مگر میں وہ نہیں ہوں، کیونکہ وہ مجھ سے پہلے پیدا کیا گیا اور میرے بعد آئے گا۔[۱]

کاہن نے جواب میں کہا ہم تیرے کلام اور تیری نشانیوں سے یہ سمجھتے ہیں کہ بہرحال تو

---

[۱] یوحنا باب ۱۔ آیت ۱۵۔

نبی اور اللہ کا قدوس ہے۔ اسی لیے میں کل یہودیہ اور اسرائیل کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ تو خدا کی محبت میں ہم کو بتا دے کہ مسیا کس طرح آئے گا؟

یسوع نے جواب دیا قسم ہے اس خدا کی جس کے حضور میں میری جان حاضر ہے، میں وہ مسیا نہیں ہوں جس کا انتظار تمام قبائل زمین کر رہے ہیں، جس کا وعدہ ہمارے باپ ابراہیم سے خداوند نے اس طرح کیا تھا کہ تیری نسل سے میں کل زمین والوں کو برکت دونگا۔ مگر جب خداوند مجھ کو اس دنیا سے لے گا، تب شیطان ایک مرتبہ پھر اس فتنے کو بھڑکائے گا اور جو لوگ خدا سے نہیں ڈرتے وہ ان کو یہ کہنے پر آمادہ کرے گا کہ میں خدا ہوں اور خدا کا بیٹا ہوں اس سبب سے میرا کلام اور جو کچھ میں سکھاتا ہوں، نجس ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ تیس ایماندار نہ پائے جائیں گے۔ تب اللہ دنیا پر رحم کھائے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا جس کے لیے اس نے سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ جو قوت کے ساتھ جنوب کی طرف سے آئے گا اور بتوں اور ان کی پوجا کرنے والوں کو نابود کرے گا۔ اور شیطان سے اس کی حکومت جو اس نے آدمی پر قائم کر لی ہے چھین لے گا، وہ خداوند کی رحمت کے ساتھ آئے گا خداوند پر ایمان لانے والوں کو رہائی دلائے گا اور جو کوئی اس کے کلام پر ایمان لائے گا مبارک ہوگا (آیت ۳-۱۵)

پھر فصل ۹۷ یوں شروع ہوتی ہے:-

"حالانکہ میں اس کی جوتیوں کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں ہوں، پر میں نے خداوند سے یہ نعمت اور رحمت پائی ہے کہ اسے دیکھوں۔

تب کاہن نے حاکم اور رئیس کے ساتھ مل کر جواب میں کہا کہ اے یسوع اللہ کے قدوس اپنے دل کو پریشان نہ کر کیونکہ یہ فتنہ ہمارے زمانہ میں دوبارہ نہ اٹھے گا کیونکہ ہم ابھی رومیوں کے سرداروں کی مجلس کو لکھتے ہیں کہ فرمان جاری ہو کہ کوئی شخص تجھ کو خداوند اور خداوند کا

بیٹا نہ کہنے پائے۔ تب یسوع بولا کہ تمہارے کلام سے مجھ کو تسلی نہیں ہوتی کیونکہ جدھر سے تم روشنی کی امید رکھتے ہو ادھر ہی سے تاریکی آئے گی۔ مگر مجھ کو تسلی اس سے ہوتی ہے کہ وہ رسول آنے والا ہے جو میرے حق میں ہر جھوٹی رائے کو مٹا دے گا اور اس کا دین پھیل جائے گا اور سارے جہان پر چھا ئیگا کیونکہ خدا وند نے ہمارے باپ ابراہیم سے ایسا ہی وعدہ کیا ہے۔ اور جو بات مجھ کو تسلی دیتی ہے یہ ہے کہ اس کے دین کے لیے انتہا نہیں کیونکہ اللہ اس کو ٹھیک ٹھیک محفوظ رکھے گا

کاہن نے جواب میں کہا کیا دوسرے رسول بھی اللہ کے رسول کے بعد آئیں گے

یسوع جواب دیا اس کے بعد سچے نبی خدا وند کے بھیجے ہوئے نہ آئیں گے۔ مگر بہت سے جھوٹے نبی آئیں گے اور یہی بات ہے جو مجھے رنج دیتی ہے کیونکہ شیطان خدا وند عادل کے حکم سے ان کو بھڑکائے گا پس وہ میری انجیل کے دعوے کو آڑ بنائیں گے[1]

هیدروس نے جواب میں کہا کیسی بات ہے کہ ان کافروں کا آنا خدا وند عادل کے حکم سے ہوگا؟

یسوع نے جواب دیا۔ عدل یہ بھی ہے کہ جو اس کی رحمت کے لیے حق پر ایمان نہ لائے وہ اپنی لعنت کے لیے جھوٹ پر ایمان لائے۔ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ دنیا ہمیشہ سچے نبیوں کی تحقیر کرتی رہی اور جھوٹوں سے محبت کرتی رہی جیسا کہ میشع اور ارمیا کے زمانے میں دیکھا گیا کیوں کہ مشابہ اپنے مشابہ ہی کو پسند کرتا ہے۔

تب کاہن بولا مسیا کا نام کیا ہوگا اور وہ کیا علامت ہوگی جس کے ساتھ اس کی آمد کا اعلان ہوگا؟

[1] بعید نہیں کہ یہ اشارہ مسیح موعود بننے کی طرف ہو۔ اگر ہمارا یہ قیاس درست ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور یہ کلام نبی صادق ہی کا ہے کیونکہ اب سے صدیوں پہلے یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ کوئی مدعی مسیح موعود ہونے کا دعوی کریگا۔

"یسوع نے جواب دیا کہ مسیا کا نام عجیب ہے کیونکہ خداوند نے خود ہی اس کا نام رکھا جب اس کو پیدا کیا اور آسمانی شان میں اس کو جگہ دی خداوند نے کہا ٹھیر اے محمدؐ کیونکہ تیری خاطر سے میں ارادہ کرتا ہوں کہ جنت کو اور عالم کو اور مخلوقات کے جم غفیر کو بناؤں جو سب میں تجھ کو بخش دوں گا۔ حتیٰ کہ جو تجھے مبارک کہے گا وہی مبارک ہو گا اور جو تجھے لعنت کرے گا وہی ملعون ہو گا۔ اور جب میں تجھ کو دنیا میں بھیجوں گا تو تجھے اپنا رسول بناؤں گا تاکہ تو رہائی دلائے اور تیرا کلام صادق ہو، حتیٰ کہ آسمان اور زمین کو زوال آجائے مگر تیرے ایمان کو کبھی زوال نہ آئے۔ اس کا مبارک نام محمدؐ ہے۔

تب سب لوگ پکارنے لگے اے خداوند ہمارے لیے اپنا رسول بھیج۔ اے محمدؐ دنیا کو چھڑانے کے لیے جلدی آ" (آیت ۱ - ۱۸)۔

ان بشارتوں میں صرف ایک چیز ایسی ہے جس کو دیکھ کر ایک غیر جانب دار آدمی پہلی نظر میں شبہ کرے گا کہ شاید یہ کوئی جعلی کتاب ہے وہ یہ کہ اس میں کتب آسمانی کے عام انداز کے خلاف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی نام بعینہٖ موجود ہے لیکن ذرا تامل کرنے سے یہ شبہہ بھی رفع ہو جاتا ہے۔ بعید نہیں کہ دراصل مسیح علیہ السلام نے وہی لفظ استعمال کیا ہو جس کا ترجمہ دوسری اناجیل کے مؤلفین نے فارقلیط (Paraclete) کیا ہے۔ برنا باکے مؤلف یا مترجم نے اسی لفظ کا ترجمہ (Periclite) کیا اور بعد کے مترجمین نے یہ دیکھ کر کہ اس کا صحیح مفہوم لفظ "محمدؐ" ہے اور اس نام کے مسمّٰی میں وہ تمام صفات بھی پائی گئی ہیں جو مسیح علیہ السلام نے بیان کی ہیں، یہی لفظ استعمال کرنا مناسب سمجھا۔ پس نام کی صراحت اگر پائی جاتی ہے تو ترجمہ میں پائی جاتی ہے۔ اصل انجیل برنا باجس کے تراجم دوسری زبانوں میں ہوئے۔ آج موجود نہیں ہے کہ اس کو دیکھ کر تحقیق کیا جا سکتا ہو کہ اس میں بھی لفظ محمدؐ استعمال کیا گیا تھا یا اس کا ہم معنی کوئی اور لفظ